اقبال کی شاعری میں فطرت اور ماحولیاتی آگہی: تجزیاتی مطالعہ

Nature and Ecological Awareness in Iqbal's Poetry: An Analytical Study

Amber Yasmin, Ph.D.
National University of Modern Languages, Islamabad, Pakistan
ayasmin@numl.edu.pk

Abstract

"Nature" in Allama Muhammad Iqbal's poetry is an amazingly interesting and fascinating subject. In his work, nature is not a purely aesthetic element, but a potent force of spiritual, moral and intellectual awakening. Although Iqbal did not directly make environment, the central subject of his poetry, themes and implications related to environmental consciousness and the relationship between humanity and the natural word can be seen in many of his verses. Iqbal posits that essence of Almighty Allah possesses an attribute of beauty, which Allah has manifested the universe. This research aims to identify new themes within Iqbal Studies, specifically by analyzing his poetry to uncover concepts of ecological awareness and the fundamental duties of humans towards the environment. For Iqbal, nature, serves as dual function; it is both a source of aesthetic pleasure and catalyst of spiritual and intellectual growth. Consequently, his poetry provides a valuable framework for cultivating contemporary ecological awareness and highlighting the urgent need for the protection of our threatened natural environment. The scope of this research involves a close analytical reading of Iqbal's chosen works to develop an understanding of his ecological viewpoint. The study specifically accesses the extent of environmental subject matter in his verses and how natural elements are presented as potent symbols of greater reality. The primary conclusion is that Iqbal's approach to nature is multi-faceted and multi-dimensional. Iqbal's poetry suggests that beauty is reflection of divine attributes while natural phenomena serve as mirror of human self – knowledge and moral responsibility. His verses demonstrate that environmental awareness is an essential component of a spiritual life characterized by harmony between humanity and nature. This paper presents these findings, concluding with practical suggestions for raising environmental awareness within society.

Keywords: Nature, Allama Iqbal, ecological awareness, Spiritual and intellectual awakening, Symbols

کلیدی الفاظ: فطرت، علامہ اقبال، ماحولیاتی آگہی، فکری اور روحانی بیداری، علامات

"فطرت" اقبال کی شاعری کا حیرت انگیز طور پر دلچسپ اور دلکش موضوع رہا ہے جس میں فطرت محض جمالیاتی عنصر نہیں ہے بلکہ روحانی، اخلاقی اور فکری بیداری کا ذریعہ ہے۔ اگرچہ اقبال نے براہ راست ماحول کو اپنی شاعری کا موضوع نہیں بنایا لیکن ماحولیات کے موضوع کو اقبال کی شاعری میں بکثرت دیکھا جاسکتا ہے۔ اقبال کے مطابق ذات باری تعالی کی صفت جمال ہے اور اللہ نے اپنی اس صفت کو کائنات میں جلوہ گر کیا۔ اس تحقیق کا مقصد ان سوالات کے جوابات معلوم کرنا ہے کہ اقبال نے کس طرح اپنی شاعری میں فطرت کو نہ صرف جمالیاتی حسن کے طور پر پیش کیا بلکہ اسے انسان کی روحانی اور فکری بیداری کے لیے ایک وسیلہ بنایا؟ اقبال کی شاعری ماحولیاتی بیداری اور تحفظ کو اجاگر کرنے میں کس طرح

معاون و مددگار ثابت ہو سکتی ہے ؟ یہ مطالعہ اقبال کی منتخب شاعری کا تجزیاتی مطالعہ اور اقبال کے ماحولیاتی وژن کی تفہیم ہے۔ نیز اقبال کی شاعری میں موجود ماحولیاتی موضوعات کا احاطہ اور کائنات میں موجود مظاہر فطرت کو اقبال بطور "علامت" کیسے پیش کرتے ہیں، کا جائزہ لیا گیا ہے۔ نتائج سے ظاہر ہوتا ہے کہ اقبال کی فطرت کی منظر کشی کثیر جہتی ہے۔ ان کی شاعری میں حسن الٰہی صفات کی عکاسی کرتا ہے، جب کہ قدرتی مظاہر، انسانی خود شناسی اور اخلاقی ذمہ داری کے آئینہ کا کام کرتے ہیں۔ اقبال کی نظموں سے معلوم ہوتا ہے کہ ماحولیاتی بیداری روحانی زندگی کا لازمی جزو ہے جو انسان اور فطرت کے ساتھ ہم آہنگ ہے۔ مقالے میں نتائج کے ساتھ تجاویز بھی پیش کی گئی ہیں تاکہ معاشرے میں ماحولیاتی شعور بیدار کیا جا سکے۔

طریق تحقیق

یہ تحقیق ایک تجزیاتی مطالعہ ہے۔ ادب میں تجزیاتی مطالعہ ایک اہم کردار ادا کرتا ہے کیونکہ یہ محض متن کو بیان نہیں کرتا بلکہ اس کے گہرے معانی، موضوعات، علامتوں، ڈھانچے اور فنکارانہ تکنیکوں کا جائزہ لیتا ہے۔ تجزیہ کے ذریعے، قارئین کو پتہ چلتا ہے کہ خیال اور بیانیہ کے انتخاب کس طرح معنی کی تشکیل کرتے ہیں، اور مصنف کن فلسفیانہ، سماجی، یا نفسیاتی خیالات کا اظہار کر رہا ہے۔ اس طریق تحقیق میں مختلف نظریاتی لینز جیسے حقوق نسواں، نفسیاتی تجزیہ یا مارکسزم کا استعمال بھی کیا جاتا ہے جس کی مدد سے دوسرے متن کے ساتھ موازنہ کرنے میں آسانی ہوتی ہے۔ مختصراً، تجزیاتی مطالعہ ادب کو ایک سادہ بیان سے فکری کھوج کے ایک بھرپور میدان میں بدل دیتا ہے، جس سے نا صرف موضوع کی اہمیت میں اضافہ ہوتا ہے بلکہ اس کی پرتیں آشکار ہوتی ہیں۔

مقاصد تحقیق

۱. اقبال کے مطالعہ میں نئے موضوعات کو تلاش کرنا۔
۲. فکر اقبال کے ذریعے قارئین کو ماحولیاتی آگاہی کی اہمیت سے آگاہ کرنا۔
۳. اقبال کے ماحولیاتی وژن کی تفہیم

سوالات تحقیق

۱. اقبال کی شاعری میں فطرت کیا ہے اور اقبال فطرت کے بیان میں کن شعراء سے متاثر تھے ؟
۲. آیا اقبال نے فطرت کو اپنی شاعری میں صرف جمالیاتی حسن کے طور پر پیش کیا یا اسے انسان کی روحانی اور فکری بیداری کا وسیلہ بھی بنایا؟
۳. اقبال اپنی شاعری میں کس طرح فطرت سے محبت کا اظہار کرتے ہیں اور مظاہر فطرت کی بطور علامت کیسے عکاسی کرتے ہیں ؟
۴. کیا اقبال کی شاعری ماحولیاتی بیداری اور تحفظ کو اجاگر کرنے میں معاون و مددگار ثابت ہو سکتی ہے ؟

مقدمہ

"فطرت" عالمی شعر و ادب کے سب سے قدیم اور نمایاں موضوعات میں سے ایک ہے۔ بہت سے عالمی شہرت یافتہ شاعروں نے اپنی شاعری میں مختلف زبانوں میں فطرت کو اپنی شاعری کا موضوع بنایا اور مظاہر فطرت کو بھرپور انداز میں سراہا، جن میں ولیم ورڈز ورتھ،

ولیم بٹلر ییٹس (Percy Bysshe Shelley) پرسی بائی شیلے،(John Keats)جان کیٹس(William Wordsworth) (William Butler Yeats)، ایملی ڈکنسن (Emily Dickinson)، رابرٹ فراسٹ(Robert Frost)، منوچھری دامغانی,(Manuchehri Damghani)، فرخی سیستانی(Farrukhi Sistani)، رومی(Rumi) حافظ (Hafez)، سہراب سپہری(Sohrab Sepehri)، مجید امجد (Majeed Amjad)،اختر شیرانی(Akhtar Shirani) اور علامہ اقبال (Allama Iqbal)شامل ہیں۔ان شاعروں نے اپنے خیالات اور احساسات کے اظہار کے لیے پھولوں، درختوں، پہاڑوں، میدانوں، دریاوں اور باغات جیسے قدرتی عناصر کا استعمال کیا ہے اور بعض شاعر اس توجہ کی بدولت ''شاعر فطرت'' بھی کہلائے جانے لگے۔ لیکن بیشتر شعراء نے کائنات کی خوبصورتی کو صرف جمالیاتی حسن کے طور پر پیش کیا لیکن: "اقبال فطرت کی معروضی نمائندگی سے بالاتر ہیں۔ یہاں تک کہ ابتدائی دور کی نظمیں بھی شاعر کی زندگی کے مسائل اور کائنات میں انسان کے مقام سے وابستگی کو ظاہر کرتی ہے "[(1)] اس تحقیق کا مقصد اقبال کی شاعری میں موجود فکری، روحانی اور ماحولیاتی شعور کی تفہیم ہے جو علامتی اور استعارتی طور پر اقبال کی شاعری میں موجود ہے۔

اس سے پہلے کے اصل موضوع کو زیر بحث لایا جائے فطرت، ماحول اور ان کے باہمی تعلق کو سمجھ لیتے ہیں۔ اللہ کی خوبصورت تخلیقات میں ہم فطرت کی خوبصورتیوں کو پہاڑوں، دریاؤں، آبشاروں، درختوں اور پھولوں کی شکل میں دیکھ اور محسوس کر سکتے ہیں۔ اسی طرح ماحول، موسمی اثرات کی شدت جیسے گرمی، سردی، بارش، دھوپ، برفباری، بادلوں کا آنا جانا، نیز فطری محرکات مثلاً سیلابوں، زلزلوں، سمندری طوفانوں "اور مختلف انسانی افعال کے نتیجے میں وجود میں آتا ہے جیسے ایٹمی دھماکے، گاڑیوں کے دھویں، کیمیائی مواد اور اس کے علاوہ فیکٹریوں، گھروں، کھیتوں اور انسانی سرگرمیوں سے جنم لینے والے ہر قسم کے فاسد مادوں سے پیدا ہونے والی آلودگی۔ ماحول کا مفہوم نہایت اختصار کے ساتھ بین الاقوامی کانفرس ۱۹۷۲ء جو انسانی ماحول کے حوالے سے سٹاک ہوم Stockholm میں منعقد ہوئی ان الفاظ میں بیان کیا گیا: "کل شئ یحیط بالانسان "(انسان کے ارد گرد جو کچھ بھی ہے وہ ماحول میں شامل ہے)[(2)]۔

فطرت ماحول کو تشکیل دینے میں معاون اور مددگار ثابت ہوتی ہے جیسے جنگلات ماحول میں نمی کا بہاؤ متاثر کرتے ہیں، دریا فضا کی نمی اور موسم پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ اسی طرح ماحول بھی فطرت کو متاثر کرتا ہے۔ نیز انسانی غیر فطری سرگرمیاں جیسے درختوں کو اور پہاڑوں کٹائی، فضائی اور آبی آلودگی، نا صرف فطرت کے حسن بلکہ اس کے فطری توازن کو بھی خراب کرتی ہیں۔ ماحولیات کا توازن برقرار نہ رہے تو فطرت کے وہ اجزاء متاثر ہوتے ہیں جن پر زندگی کا انحصار ہوتا ہے۔ تو ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ انسانی ترقی ، صنعت وزراعت، ٹیکنالوجی، تابکاری نے نا صرف حیاتیاتی تنوع اور فطری خوبصورتی کو شدید متاثر کیا بلکہ ماحولیاتی تحفظ کو بھی خطرے میں ڈال دیا۔

جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے کہ اقبال نے فطرت کو براہِ راست اپنی شاعری کا موضوع نہیں بنایا بلکہ ان کا رجحان فطرت کے حسن کی تعریف، کائنات کے اسرار و رموز سے پردہ اٹھانے اور قدرت کے مظاہر کی قدر و اہمیت کا ادراک تھا۔ جیسے جیسے اقبال کے کلام میں پختگی آتی گئی، اقبال کا تصورِ جمال نظریہ تسخیر کائنات بن گیا۔ اقبال کی شاعری کو فطرت کے اظہار، فلسفیانہ، علامتی اور ماحولیاتی شعور کے حوالے سے تین ادوار میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

ابتدائی دور (۱۸۹۹-۱۹۰۵)

فطری جمالیاتی حسن اور منظر نگاری

اگرچہ اقبال نے براہ راست ماحولیات کو اپنی شاعری کا موضوع نہیں بنایا لیکن اقبال کائنات کی فطری خوبصورتی کی مدح سرائی اپنی شاعری میں کرتے رہے۔ بحیثیت شاعر اپنے ابتدائی دور میں اقبال کسی حد تک ورڈز ورتھ سے متاثر تھے اور آپ کے پہلے اثر بانگ درا (۱۹۲۴ء) کے پہلے حصے میں فطرت کے حوالے سے نظمیں دیکھی جاسکتی ہیں۔ اقبال اور ورڈز ورتھ دونوں نے فطرت کو شاعری میں جگہ دی، مگر ورڈز ورتھ زیادہ تر براہِ راست مشاہدے کی روش اختیار کرتا ہے، جبکہ اقبال تشبیہ، علامت اور فلسفی تعبیر کے ساتھ شاعری کرتے ہیں۔ بانگ درا میں اقبال نے ہمالہ، گل رنگین، ابر کوھسار، آفتاب، آفتابِ صبح، گلِ پژمردہ، ماہ نو، موج دریا، اور ابر جیسی نظموں کو انتہائی دلکش انداز میں خوبصورت تشبیہات اور استعارات کے ساتھ بیان کیا اور خدا کی قدرت، اور فطرت کی رنگینوں اور ماحولیاتی خوبصورتی کی توصیف کی۔ یہ اقبال کا در حقیقت مظاہر فطرت کی کھوج میں، حقیقت کی جانب شناسائی کا سفر تھا اور اقبال ان نظموں میں چھپے قدرت کے پوشیدہ اسرار کو دیکھتے ہیں۔ نظم ابر کوھسار میں لکھتے ہیں:

ہے بلندی سے فلک بوس نشیمن میرا ابرِ کُہسار ہوں گُل پاش ہے دامن میرا
کبھی صحرا، کبھی گُلزار ہے مسکن میرا شہر و ویرانہ مرا، بحر مرا، بَن میرا
کسی وادی میں جو منظور ہو سونا مجھ کو سبزۂ کوہ ہے مخمل کا بچھونا مجھ کو
مجھ کو قُدرت نے سِکھایا ہے دُرافشاں ہونا ناقۂ شاہدِ رحمت کا حُدی خواں ہونا
غم زدائے دلِ افسُردۂ دہقاں ہونا رونقِ بزمِ جوانانِ گُلستاں ہونا...

چشمۂ کوہ کو دی شورشِ قلزُم میں نے اور پرندوں کو کیا محوِ ترنّم میں نے
سر پہ سبزے کے کھڑے ہو کے کہا قُم میں نے غنچۂ گُل کو دیا ذوقِ تبسّم میں نے [3]

اقبال مناظر فطرت کی خوبصورتی کو بیان کرتے ہوئے قدرت کے گہرے، پوشیدہ اسرار و رموز کو عیاں کرتے ہیں۔ وہی خدا جو پھولوں کو خوشبو، پانی کو شفافیت، چاند اور سورج کو روشنی اور بادل کو پانی بخشتا ہے، وہی دن کو رات میں، بہار کو خزاں میں، اور ہریالی کو جاڑوں میں تبدیل کرتا ہے۔ اقبال کی نظر میں یہ فطری مناظر نا صرف ماحول کی خوبصورتی کا باعث ہیں بلکہ اقبال کی نگاہ خرد میں فطرت کا مشاہدہ خدا کی ذات تک رسائی اور قربِ الٰہی کا ذریعہ ہے۔ در حقیقت فطرت کے حسین مناظر کی توصیف، موسموں کا بدلنا، رتوں کا آنا جانا اور ان میں چھپی روحانی بیداری اقبال کے ماحولیاتی وژن کو ظاہر کرتی ہے۔ گل پژمردہ اشعار ملاحظہ کیجیے:

کس زباں سے اے گلِ پژمردہ تجھ کو گل کہوں
کس طرح تجھ کو تمنّائے دلِ بُلبل کہوں
تھی کبھی موجِ صبا گہوارۂ جُنباں ترا
نام تھا صحنِ گُلستاں میں گلِ خنداں ترا
تیرے احساں کا نسیمِ صُبح کو اقرار تھا
باغ تیرے دم سے گویا طبلۂ عطّار تھا
تجھ پہ برساتا ہے شبنم دیدۂ گریاں مرا
ہے نہاں تیری اُداسی میں دلِ ویراں مرا
میری بربادی کی ہے چھوٹی سی اک تصویر تُو
خواب میری زندگی تھی جس کی ہے تعبیر تُو
ہمچو نَے از نیستانِ خود حکایت می کنم
بشنو اے گل! از جُدائی ہا شکایت می کنم (4)

"گل پژمردہ" میں اقبال مرجھائے ہوئے پھول کا غم بیان کرتے ہیں (میں بھی بانسری کی طرح اپنے بن سے بچھڑنے کی کہانی سناتا ہوں، اے پھول سن! میں جدائی کے دکھ کا شکوہ کرتا ہوں) پھول جب پوری رعنائی اور تازگی کے ساتھ کھلا رہتا ہے تو نا صرف ماحول کی خوبصورتی کا باعث ہوتا ہے بلکہ سب کو عزیز ہوتا ہے۔ لیکن جب مرجھا جاتا ہے تو اپنی اصل ساخت اور خوبصورتی کو کھو دیتا ہے۔ یہاں اقبال کی مراد انسانی روح کا اپنی اصل سے جدا ہونا ہے۔ آخری شعر میں اقبال مولانا رومی کے اس شعر:

"بشنواز نی چون حکایت می کند - از جدایی ھا حکایت می کند "(5)

سے متاثر ہو کر اسی بحر اور تضمین میں کہتے ہیں: (میں بانسری کی طرح اپنے بانسوں کے جنگل کی داستاں بیان کر رہا ہوں۔ اے پھول تو سُن، میں اپنی اصل سے دُور رہنے کی شکایت کر رہا ہوں)

وسطی دور (۱۹۱۰-۱۹۰۵)

فلسفیانہ دور (صنعتی اور مغربی ترقی کے فطرت پر اثرات)

جیسے جیسے اقبال کا علمی و روحانی سفر آگے بڑھا، اقبال "خدا کی معرفت" کے حصول کے لیے فطرت کو ایک سیڑھی سمجھنے لگے، جس کے ذریعے انسان خدا کی صفات کے معنوی ادراک کا تجربہ حاصل کرتا ہے۔ علامہ اقبال کی شاعری کے وسطی دور، خاص طور پر ان کے مجموعہ کلام "ضرب کلیم "اور "بال جبریل"، میں فطرت اور ماحولیات پر بہت سے اشعار ملتے ہیں جو جدید دنیا کے بڑھتے ہوئے صنعتی اثرات اور مغربی نظام تعلیم کے تناظر میں انسان کے فطرت سے تعلق پر روشنی ڈالتے ہیں۔ اقبال اپنی شاعری میں صنعتی ترقی اور مغربی نظام تعلیم کو فطری ماحول اور اخلاقی قدروں کا زوال سمجھتے ہیں۔ نظمیں "پنجاب کے دھقان سے"، "پنجابی مسلمان"، "پنجاب کے پیرزادوں سے "کسانوں کی حالت، اجرت کی کمی، اور مادی انتقال کی طرف توجہ دلاتے ہیں۔ یہ اشعار صنعتی، سرمایہ دارانہ مظالم سے متصل سماجی اور اقتصادی ناانصافیوں کا ذکر کرتے ہیں۔ اسی طرح بال جبریل کی نظم "لینن (خدا کے حضور میں) "اقبال صنعتی ترقی اور افرنگی آلات کو ماحول میں آلودگی کا باعث سمجھتے ہیں۔ یہ خوبصورت نظم ملاحظہ کیجے:

مشرق کے خداوند سفیدانِ فرنگی
مغرب کے خداوند درخشندہ فِلزّات
یورپ میں بہت روشنیِ علم و ہنر ہے
حق یہ ہے کہ بے چشمۂ حیواں ہے یہ ظُلمات
رعنائیِ تعمیر میں، رونق میں، صفا میں
گرجوں سے کہیں بڑھ کے ہیں بنکوں کی عمارات
ظاہر میں تجارت ہے، حقیقت میں جُوا ہے
سُود ایک کا لاکھوں کے لیے مرگِ مفاجات
یہ علم، یہ حِکمت، یہ تدبُّر، یہ حکومت
پیتے ہیں لہُو، دیتے ہیں تعلیمِ مساوات...

وہ قوم کہ فیضانِ سماوی سے ہو محروم
حد اُس کے کمالات کی ہے برق و بخارات
ہے دل کے لیے موت مشینوں کی حکومت
احساسِ مروّت کو کُچل دیتے ہیں آلات (6)

اقبال نے فطرت میں انسان کی گمشدگی، مادہ پرستی اور روحانیت سے دوری پر افسوس کا اظہار کیا، اور فطرت کو انسان کے اندرونی روحانیت اور خودی کے احساس کو بیدار کرنے کا ذریعہ قرار دیا۔ بنیادی طور پر اقبال فطرت پسند اور ماحول دوست شاعر ہے۔ اقبال کے ہر شعر میں کائنات کے ذرے ذرے سے محبت جھلکتی ہے۔

زندگانی ہے صدَف، قطرۂ نیساں ہے خودی
وہ صدَف کیا کہ جو قطرے کو گہر کر نہ سکے
ہو اگر خودنِگر و خودگر و خودگیر خودی
یہ بھی ممکن ہے کہ تُو موت سے بھی مر نہ سکے (7)

اگرچہ اقبال کا ان اشعار میں انسان کو اپنی خودی کی حفاظت اور اسے مستحکم کرنے کی جانب اشارہ ہے۔ اقبال نے خوبصورت استعارات اور تشبیہات کا استعمال کر کے خودی کے تصور کو پیش کیا جو بہت خوبصورت ہے۔ انسان کو اپنی زندگی اس طرح بسر کرنی چاہیئے کہ اعمالِ صالحہ کی بدولت ہماری خودی اپنے مرتبۂ کمال کو پہنچ سکے۔ جس طرح قطرہ جب گہر (موتی) بن جاتا ہے تو مرتبۂ کمال کو پہنچ جاتا ہے۔ لیکن ان اشعار میں اقبال کے ماحولیاتی ویژن کو بآسانی درک کیا جا سکتا ہے۔ صدف اور قطرہ نیساں " یہاں صاف سمندری ماحول کی علامت ہیں۔ قطرہ نیساں " کے معنی ہیں ابر بہار کا قطرہ یا بہار کے بادل کا قطرہ۔ یہ ایک فطری عنصر اور تسلسل کا حصہ ہے جو ماحول کو ظاہر کرتا ہے۔ اگرچہ یہ لفظ اقبال کی شاعری میں ایک مخصوص تصور کو ظاہر کرتا ہے، جہاں وہ انسانی زندگی کو سیپی سے تشبیہ دیتے ہیں اور اپنی خودی (خود شناسی) کو اس قطرے سے جو سیپ کے منہ میں جا کر موتی بن جاتا ہے جہاں قطرہ سمندر کے ماحول میں آ کر موتی بن جاتا ہے، ویسے ہی انسان اپنے ماحول کے اثرات، محنت اور تربیت سے اپنی خودی کو بلند کر سکتا ہے۔

تیسرا دور(۱۹۳۸-۱۹۱۰)

فکری پختگی، روحانی اور فکری بیداری کے عروج کا دور

اقبال کے تیسرے دور کی شاعری انسان کے روحانی اور فکری بیداری کے اظہار کا ذریعہ ہے۔ نظم "ساقی نامہ" میں فطرت کے مناظر کو ذہنی بیداری اور روحانی تجدید کے مترادف قرار دیا گیا ہے۔اس نظم کا روحانی اور فطری تعلق قاری کو فطرت سے محبت کی ترغیب دیتا ہے۔ اقبال کی شاعری میں یہی ابتدائی ماحولیاتی شعور ہے۔"ساقی نامہ" میں فطرت، کائنات، اور انسان کے باہمی تعلقات کی ایسی تعبیرات موجود ہیں جو آج کے ماحولیاتی شعور سے گہری مطابقت رکھتی ہیں۔اقبال کی نظر میں فطرت نہ صرف حسنِ ظاہری رکھتی ہے بلکہ روحانی تربیت کا ذریعہ بھی ہے۔"ساقی نامہ" کے ابتدائی اشعار میں موسموں کی تبدیلی، پھولوں کی مہک، بہار کی آمد اور چمن کی رنگینی کا ذکر پایا جاتا ہے۔یہ اشعار نہ صرف جمالیاتی احساس پیدا کرتے ہیں بلکہ قاری کو فطرت کی عظمت اور اس سے ربط پیدا کرنے کی تلقین بھی کرتے ہیں، جو کہ ماحولیاتی شعور کا بنیادی پہلو ہے۔ساقی نامہ کے کئی اشعار کائنات کے وسیع تر نظام کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ سورج، چاند، ستارے، فطری موسم، دریا اور پہاڑ، جو اس بات کی یاددہانی ہیں کہ انسان ایک عظیم فطری نظام کا حصہ ہے، اور اگر وہ اس نظام کو نقصان پہنچائے گا، تو خود بھی تباہ ہو گا۔

ہُوا خیمہ زن کاروانِ بہار — اِرم بن گیا دامنِ کوہسار
گل و نرگس و سَوسن و نسترن — شہیدِ ازل لالہ خونیں کفن
جہاں چھُپ گیا پردۂ رنگ میں — لہُو کی ہے گردش رگِ سنگ میں
فضا نِیلی نِیلی، ہوا میں سُرور — ٹھہرتے نہیں آشیاں میں طیُور
وہ جُوئے کُہستاں اُچکتی ہوئی — اَٹکتی، لچکتی، سرکتی ہوئی
اُچھلتی، پھِسلتی، سنبھلتی ہوئی — بڑے پیچ کھا کر نِکلتی ہوئی
رُکے جب تو سِل چِیر دیتی ہے یہ — پہاڑوں کے دل چِیر دیتی ہے یہ
ذرا دیکھ اے ساقی لالہ فام! — سُناتی ہے یہ زندگی کا پیام
پِلا دے مجھے وہ مئے پردہ سوز — کہ آتی نہیں فصلِ گل روز روز
وہ مے جس سے روشن ضمیرِ حیات — وہ مے جس سے ہے مستیِ کائنات
وہ مے جس میں ہے سوز و سازِ ازل — وہ مے جس سے کھُلتا ہے رازِ ازل
اُٹھا ساقیا پردہ اس راز سے — لڑا دے ممولے کو شہباز سے(8)

اقبال اپنی شاعری کے آخری دور میں فطرت کو تسخیر کرنے کے معتقد دکھائی دیتے ہیں۔ڈاکٹر تحسین بی بی اپنی کتاب " تصورات اقبال"میں لکھتی ہیں:

"اقبال فطرت کی رعنائی میں گم نہیں ہوتے بلکہ وہ فطرت کے پہلو جلال و جمال سے متاثر ہیں اور فطرت اقبال کے ہاں مقاصد کا وسیلہ ہے۔یعنی یہ انسان کی شخصیت کی تکمیل کا ذریعہ ہے۔اسی وجہ سے وہ اسے تسخیر کرنا چاہتے ہیں۔انسان بظاہر فطرت کے بے پایاں وجود کے مقابلے میں ایک حقیر وجود رکھتا ہے لیکن اس کے پاس شعور واحساس کا خزانہ ہے جو اسے فطرت پر برتری بخشتا ہے۔"[9]

اقبال کے نزدیک انسان کو خلیفۃ الارض بنایا گیا تا کہ وہ مظاہر قدرت کو تسخیر کرے، زمین و آسمانوں کے پوشیدہ رازوں سے پردہ اٹھائے اور اپنے مقام کو پہچانے:

نایب حق در جہان بودن خوش است
بر عناصر حکمران بودن خوش است[10]

(دنیا میں نائب حق ہونا اور فطرت کی طاقتوں پر حکمرانی کرنا کتنا اچھا ہے)

تسخیر فطرت انسان کے اندر خودی کو مضبوط کرتا ہے اور خودی کا جوہر خدا کی صفات کا مظہر ہے اور اسے اس قابل بناتا ہے کہ وہ ستاروں بادلوں، ہواوں اور پانیوں کو مسخر کرے۔اقبال کی نظموں "روح ارضی آدم کا استقبال کرتی ہے" اور "تسخیر فطرت میلاد آدم" میں اس نظریہ کو انتہائی خوبصورت انداز میں پیش کیا گیا ہے:

نعرہ زد عشق کہ خونین جگری پیدا شد — حسن لرزہ کہ صاحب نظری پیدا شد
فطرت آشفت کہ از خاک جہان مجبور — خود گری خود شکنی خود نگری پیدا شد
خبری رفت ز گردون بہ شبستان ازل — حذر ای پردگیان پردہ دری پیدا شد
آرزو بیخبر از خویش بآغوش حیات — چشم وا کرد و جہان دگری پیدا شد
زندگی گفت کہ در خاک تپیدم ہمہ عمر — تا ازین گنبد دیرینہ دری پیدا شد[11]

(عشق نے نعرہ لگایا کہ ایک خوش جگر پیدا ہو گیا ہے۔حسن لرزا اٹھا کہ ایک صاحب نظر آ گیا ہے۔فطرت گھبرائی کہ جبر کی ماری دنیا کی خاک سے خود کو بنانے، خود کو توڑنے اور خود کو جاننے والا پیدا ہو گیا ہے۔آسمان سے ازل کی خلوت گاہ میں خبر پہنچی، اے پردہ نشینوں! ہوشیار ہو جاؤ پردہ اُٹھانے والا آ گیا۔آرزو زندگی کی آغوش میں خود سے بے خبر تھی، اس نے آنکھ کھولی اور ایک اور عالم پیدا ہو گیا۔زندگی نے کہا میں تمام عمر خاک میں تڑپتی رہی ،تب کہیں جا کر اس پرانے گنبد سے ایک دروازہ نکلا۔)

عبدالسلام ندوی کتاب "اقبال کامل" میں تسخیر فطرت کی مختلف صورتیں کچھ یوں بیان کرتے ہیں:

"ایک صورت تو وہ ہے جس میں انسان کی جدوجہد کو کوئی دخل نہیں ہے۔بلکہ خداوند تعالیٰ نے قدرت کی تمام بڑی بڑی طاقتوں کو انسان کا مسخر اور فرمانبردار بنا دیا... دوسری صورت وہ ہے جس میں انسان اپنی جسمانی قوت اوسعی و محنت کے ذریعہ سے فطرت کی قوتوں کو مسخر کرتا ہے... تیسری صورت وہ ہے جس میں انسان اپنی عقلی طاقت سے فطرت کو مسخر کرتا ہے اور چوتھی صورت جس میں

انسان روحانی طاقت سے فطرت کو مسخر کرتا ہے اور یہ صورت اولیاء اور انبیاء کے ساتھ مخصوص ہے، اور یہ صورت نہ جسمانی طاقت سے پیدا ہوتی ہے، نہ عقل و علم سے حاصل ہوتی ہے بلکہ صرف عشق سے پیدا ہوتی ہے۔"(12)

مختصر یہ کہ اقبال اپنے اشعار میں حضرت انسان کو یہ نصیحت کرتے ہیں کہ تسخیر فطرت کرے اور کائنات کے پوشیدہ اسرار و رموز کو دیکھنے والی آنکھ پیدا کرے:

صد جہان در یک فضا پوشیدہ اند — مہر ہا در ذرہ ہا پوشیدہ اند
از شعاعش دیدہ کن نادیدہ را — وا نما اسرار نافہمیدہ را...

جستجو را محکم از تدبیر کن — انفس و آفاق را تسخیر کن
چشم خود بکشا و در اشیا نگر — نشہ زیر پردۂ صہبا نگر
تا نصیب از حکمت اشیا برد — ناتوان باج از توانایان خورد(13)

(اس کی ایک فضا میں سینکڑوں جہاں چھپے ہوئے ہیں۔ ذرات میں بھی کئی سورج پوشیدہ ہیں۔ اس کے نور کی کرن سے پوشیدہ کو ظاہر کر دے۔ نا سمجھے ہوئے بھیدوں کے راز کھول دے۔ تو اپنی آنکھیں کھول کر چیزوں کو غور سے دیکھ۔ تو شراب کے پردے کے نیچے چھپی ہوئی سرشاری کو دیکھ۔ اپنی تلاش کو مضبوط باندھ لے، انفس و آفاق، خود کو اور جہاں کو بھی مسخر کر لے۔ جب تک کوئی کمزور آدمی اشیاء کی حکمت (سائنس) کا حصہ دار رہتا ہے وہ طاقتوروں سے خراج وصول کرتا رہتا ہے۔)

اقبال کی شاعری میں مظاہر فطرت بطور "علامت

اقبال کی فطرت نگاری کا مقصد فقط مظاہر قدرت کی توصیف کرنا نہیں تھا بلکہ اس کے ضمنی مقاصد میں سے ایک کائنات کے اسرار و رموز کو کشف کرنا اور ان کی اہمیت کا ادراک بھی تھا۔ ڈاکٹر سید عبداللہ کتاب مسائل اقبال میں لکھتے ہیں:

"فطرت نگاری میں اقبال کا طرز بیان وصفیہ یا توصفیہ نہیں، بلکہ ایمائی اور رمزی ہے، وہ منظر کی مقامی اور ٹھوس جزئیات سے کم لگاؤ رکھتے ہیں بلکہ منظر کے حسن کے مجموعی تاثر کو سامنے رکھ کر خیالی مرقعے تیار کرتے ہیں، تاہم انکے مرقعے حقیقت سے بعید نہیں ہوتے۔"(14)

ذیل میں اقبال کی شاعری سے چند مثالیں پیش کی جا رہی ہیں جن میں اقبال نے مظاہر فطرت کو رمزی علامات کے طور پر پیش کیا۔

- **آفتاب:** اقبال کی شاعری میں فطرت ایک متحرک قوت ہے جو انسان کو ذہنی و فکری بیداری اور خودی کی جانب مائل کرتی ہے۔ نظم "طلوع اسلام" میں آفتاب محض سورج کا طلوع ہونا نہیں بلکہ اسلامی نشاۃ ثانیہ کے استعارہ کی علامت ہے۔
- **پہاڑ:** اقبال کی شاعری میں روحانی بلندی، بلند حوصلہ اور استقامت کی علامت ہیں۔ نظم ہمالہ میں پہاڑوں کی عظمت اور جلال اور دوام کو انسانیت کی وحدت اور دوام سے تعبیر کیا گیا ہے۔

- **صحرا:** اقبال کی شاعری میں صحرا،ایک علامت تام کی حیثیت رکھتا ہے۔اقبال کے ہاں یہ تصور نمایاں ہے کہ سالک صحرا کی تنہائی میں ہی اپنے باطن کو روشن کر سکتا ہے۔ مولانا صلاح الدین احمد اپنے مقالے اقبال کے کوہ وصحرا" میں لکھتے ہیں:

"کوہ وصحرا کے جمالیاتی محسوسات اور انکے علاماتی تصورات کے علاوہ شاعر مشرق نے کوہ وصحرا سے چند ایسی خلاق کیفیات بھی منسوب کی ہیں، جن کا تعلق انسان کی سیرت کی نشو نما اور کردار کے ارتقاء سے ہے...اقبال جہاں کوہ کو رفعت اور سطوت کا پیکر بنا کر پیش کرتا ہے، وہی مرد کوھستان کو غیرت صلابت کا پیکر اور مرد صحرائی کو پاسبان فطرت قرار دیتا ہے":(15)

فطرت کے مقاصد کی کرتا ہے نِگہبانی
یا بندۂ صحرائی یا مردِ کُہستانی(16)

مردِ صحرا اقبال کی شاعری میں صحرا نشین اور سادہ لوح شخص کے کنایہ کے طور پر استعمال ہوتا ہے جو پاسدار فطرت ہے۔اقبال مثنوی "پس چہ باید کرد" میں کہتے ہیں:

تا ضمیرش رازدان فطرت است	مرد صحرا پاسبان فطرت است
سادہ و طبعش عیار زشت و خوب	از طلوعش صد ہزار انجم غروب
بگذر از دشت و در و کوہ و دمن	خیمہ را اندر وجود خویش زن
طبع از باد بیابان کردہ تیز	ناقہ را سر دہ بہ میدان ستیز...

مرد صحرا! پختہ تر کن خام را   بر عیار خود بزن ایام را(17)

(جب تک اس کا ضمیر فطرت کا رازدان ہے وہ مرد صحرا فطرت کا پاسبان ہے۔ وہ سادہ ہے اور اس کی نیکی اور بدی کی کسوٹی ہے۔اس کے طلوع ہونے سے ہزاروں ستارے ڈوب جاتے ہیں۔ دشت ودر اور کوہ ووادی سے گزر جا اور اپنے وجود کے اندر خیمہ لگا۔ طبیعت میں بیاباں کی ہوا سے تیزی پیدا کر کے اونٹنی کو میدان جنگ میں ڈال دے۔اے صحرا نشین (عرب قوم) اپنی کوتاہیوں کو دور کر کے خود کو پختہ تر کر اور موجودہ دور کو اپنی کسوٹی پر پرکھ)۔

اقبال ان اشعار میں خودی اور فطرت سے ہم آہنگی کی دعوت دیتے ہیں۔اقبال "مردِ صحرا" کو ایک مثالی انسان کے طور پر پیش کرتے ہیں اور انسان کو فطرت سے جدا نہیں بلکہ فطرت کا حصہ سمجھتے ہیں، یعنی انسان اور ماحول ایک مربوط نظام کا حصہ ہیں۔

طوفان: تبدیلی ،انقلاب اور جذبے کی علامت ہے۔ نظم "طلوع اسلام" میں "طوفان مغرب "سخت حالات اور تناؤ کا استعارہ ہے۔"مغرب" یہاں مغربی تہذیب و تمدن کی علامت ہے۔ایک طاقتور قوت جو مسلم دنیا پر شدید اثر ڈال رہی تھی۔ وہ ایک "طوفان" کی مانند ہے۔ تبدیلی لانے

والی، جھنجھوڑ ڈالنے والی قوت۔ اقبال نے اسے ایسا وسیلہ قرار دیا ہے جس نے مسلمانوں کو اپنی شناخت کا احساس دِلایا یعنی "طوفانِ مغرب" نے مسلمانوں کو، جن میں بے بسی، کمزوری یا روحانی غفلت تھی، دوبارہ مسلمان بنایا۔

شراب/ساقی: وہ مستی جو عقل سے بالا ہو کر روحانی شعور کو جنم دیتی ہے۔ اقبال نے اپنی شاعری میں "شراب"، "ساقی"، "بادہ" اور مینا و جام کا بہت استعمال کیا ہے جو روحانیت، عشقِ حقیقی، اور خودی کی بیداری کی علامت کے طور پر ملتا ہے۔ یہ لفظ ظاہری شراب کی بجائے باطنی مستی کی طرف اشارہ کرتا ہے، جو انسان کو حقیقت کی گہرائیوں میں لے جاتا ہے۔ اقبال کی نظم "ساقی" میں شراب کو ایک روحانی مشروب کے طور پر پیش کیا گیا ہے جو انسان کو حقیقت کی معرفت عطا کرتا ہے۔ اسی طرح اقبال کی نظم "جاوید کے نام" میں بھی شراب کا ذکر ہے۔ اس نظم میں اقبال فرماتے ہیں:

اٹھا نہ شیشہ گرانِ فرنگ کے احساں
سفالِ ہند سے مینا و جام پیدا کر(18)

یہاں اقبال نے مغربی اقوام کے اثرات کو رد کرتے ہوئے ہندوستانی مٹی سے مینا و جام پیدا کرنے کی بات کی ہے، جو کہ خودی کی بیداری اور روحانیت کی طرف اشارہ ہے۔ ایک اور نظم "دعا" (مسجد قرطبہ میں لکھی گئی) میں لکھتے ہیں:

پھر وہ شرابِ کُہن مجھ کو عطا کر کہ میں
ڈھونڈ رہا ہوں اُسے توڑ کے جام و سُبو (19)

اس شعر میں "شراب کہن" معرفت الٰہی اور عشق حقیقی کی علامت ہے، یعنی عرفانی شراب ہے، جو عشقِ حقیقی سے ملتی ہے اور انسان کو خدا کے قریب کرتی ہے۔ وہ اللہ سے یہ دعا کر رہے ہیں کہ اسے دوبارہ وہ "شرابِ کُہن" عطا کرے، تاکہ وہ دنیاوی چیزوں (جام و سبو) کو ترک کر کے اس کی معرفت میں گم ہو جائیں۔

شعلہ: اقبال کی شاعری میں لفظ شعلہ روحانی اور بیداری، جوش و ولولہ، جذبے اور عشقِ الٰہی، روشنی اور امید کی علامت ہے۔ بانگ درا کی نظم "نیا شوالہ" یعنی شعلہ علامتی آگ ہے جو انسان کے دل کو روشن کرتی ہے، اسے زندہ دلی اور قوت عطا کرتی ہے۔ اس نظم میں شوالہ صرف جذباتی تحریک نہیں بلکہ شعور، فکر اور نظریے کی تبدیلی کی علامت ہے۔ یعنی پہلے جو سوچیں، عقائد، نظریے رہے وہ بدلنے چاہئیں۔ نیا شوالہ وہ روشنی ہے جو ایک نیا فکری دور شروع کرتی ہے۔ اس لیے شعلہ ایک فکری انقلاب کی علامت ہے۔

ابر- اقبال کی شاعری میں بادل نہ صرف قدرتی مظہر کے طور پر، بلکہ ایک علامت کے طور پر بھی استعمال ہوتا ہے جو انسان کی فکری، روحانی اور فلسفیانہ ترقی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ ان کے کلام میں بادل کی علامت انسان کو اپنی خودی کو بلند کرنے، تبدیلی کی ضرورت اور فکری بیداری کی طرف متوجہ کرتی ہے۔ نظم "ابرِ کوہسار" میں بادل کو ایک فعال اور زندگی دینے والے عنصر کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ اس نظم میں بادل کی خصوصیات اور اس کا کردار انسان کی فکری اور روحانی بیداری کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

شاہین/عقاب: اقبال کی شاعری میں شاہین یا عقاب ایک بہت طاقتور اور اہم استعارہ ہے، جو خاص طور پر خودی، آزادی، بلندی، اور بلند نظری کی علامت کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ یہ عام پرندوں سے مختلف ہے کیونکہ یہ اپنی راہ خود منتخب کرتا ہے اور دنیاوی حدود سے آزاد ہے۔ دور اندیشی اور بصیرت، جرأت اور طاقت، روحانی اور فکری بلندی کی علامت ہے۔ اقبال کی فارسی اور اردو شاعری میں جابجا شاہین اور عقاب کا ذکر ملتا ہے۔

صبح: اقبال کے کلام میں ''صبح'' لفظ کا استعمال مختلف علامتی معنوں مثلاً حقیقت کی نمود، نئی شروعات، روحانی بیداری، یقین اور تجدید میں ہوتا ہے۔ نظم "طلوع اسلام" میں **"شُعاعِ صبح روشن ہے ستاروں کی تنک تابی"**[20] یہاں صبح کی روشنی امتِ مسلمہ کی بیداری اور اک نئے دور کا آغاز ہے۔ نظم "پیام صبح" میں بھی صبح نے امید، روشنی، جہدِ بیداری کی نوید لاتی ہے۔ اسی طرح نظم "صبح کا ستارہ" میں صبح کو مجازات، جدوجہد اور قربانی کی علامت قرار دیا گیا ہے۔

لالہ: گل لالہ جو ایک خوبصورت اور دلکش پھول ہے۔ اقبال کی شاعری میں لالہ کو ایک علامتی حیثیت حاصل ہے۔ "اقبال کے کلام میں لالہ کو شہید کے ساتھ منسوب کر دیا گیا ہے۔ اور شہید نہال ملت کی سازگاری ہے۔ ان کے کلام سے واضح ہوتا ہے کہ سرخ رنگ کی کوئی شکل کیوں نہ ہو۔ عنابی، قرمزی، گہرا خونی، سرخ، ہلکا سرخ، سیاہی مائل، سرخ شفقی— سرخ رنگوں کے اس سلسلے کی مختلف لہروں کو دکھانے کے لیے وہ ہمیشہ تشبیہ کے لیے لالے ہی کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ نظم "بزم انجم" میں شفق کے رنگوں کا متنوع سلسلہ ظاہر کرنے کے لیے وہ لالے کے رنگ ہی کا انتخاب کرتے ہیں"[21]

سُورج نے جاتے جاتے شامِ سیہ قبا کو
طشتِ اُفُق سے لے کر لالے کے پھُول مارے

محمل میں خامشی کے لیلائے ظلمت آئی
چمکے عروسِ شب کے موتی وہ پیارے پیارے [22]

انجم: انجم (ستارے) صرف کائناتی منظر کی تشبیہ نہیں بلکہ فلسفیانہ و علامتی سطح پر معنی خیز تشبیہ اور استعارہ بن جاتے ہیں اقبال نے ''انجم'' کو بطور علامت استعمال کیا، یعنی ستارے علامتی سطح پر انسان، کائنات، ترقی یا روحانی مفہوم کی نمائندگی کرتے ہیں:

عروجِ آدمِ خاکی سے انجم سہمے جاتے ہیں
کہ یہ ٹُوٹا ہوا تارا مہِ کامل نہ بن جائے [23]

بانگ درا کی نظم "بزم انجم" میں انجم "کو ایک علامت کے طور پر استعمال کیا گیا ہے تاکہ انسانوں کی روحانیت، بلند حوصلے اور کمال کی طرف اشارہ کیا جا سکے۔ اقبال نے ستاروں کو انسانوں کی اعلیٰ صفات اور مقصد کی طرف رہنمائی کے طور پر پیش کیا ہے۔ یہاں "انجم" انسانوں کی روحانی بلندی، خودی اور مقصد کی علامت ہیں۔

شبنم: علامہ اقبال کی شاعری میں "شبنم" ایک لطیف اور گہری علامت کے طور پر استعمال ہوئی ہے، جو انسانی جذبات، روحانیت اور فطرت کی لطافت کو بیان کرتی ہے۔ "شبنم" کو اقبال نے زندگی کی نرمی، عارضیت اور تقدیر کی رمز کے طور پر پیش کیا ہے۔

پھُول کی پتّی سے کٹ سکتا ہے ہیرے کا جگر
مردِ ناداں پر کلامِ نرم و نازک بے اثر[24]

خودی: علامہ اقبال کی شاعری میں "خودی" ایک مرکزی استعارہ ہے جو انسان کی داخلی قوت، خودی کی بیداری، اور روحانی ارتقاء کی علامت کے طور پر استعمال ہوتی ہے۔ "خودی" کو اقبال نے انسان کی اصل حقیقت اور اس کی تقدیر کا تعین کرنے والی قوت کے طور پر پیش کیا ہے۔ خودی" کو اقبال نے روحانی بیداری اور خود شناسی کی علامت کے طور پر بھی استعمال کیا ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ انسان اپنی اندرونی حقیقت کو پہچانے اور اس کی بنیاد پر اپنی زندگی کو بہتر بنائے۔

اقبال کی شاعری میں روحانی و فکری بیداری

اقبال نے فطرت کو اپنی شاعری میں صرف جمالیاتی حسن کے لیے استعمال نہیں کیا، بلکہ اسے انسان کی روحانی و فکری بیداری اور ماحولیاتی شعور کے لیے بھی ایک وسیلہ بنایا۔ اقبال کا مظاہر فطرت کو، تنوع اور تضادات کے ساتھ بیان کرنا، انسان کو یہ سوچنے پر مجبور کرتا ہے کہ فطرت اپنے اندر کیا پیغام رکھتی ہے ؟ زندگی کا مقصد کیا ہے، انسان کی خودی کیا ہے، انسان کو اس دنیا میں کسلیے بھیجا گیا اور اسے زندگی کیسے بسر کرنی چاہیے ؟

"قدرت کا عجیب یہ ستم ہے !

انسان کو راز جو بنایا — راز اس کی نگاہ سے چھپایا
بے تاب ہے ذوق آگہی کا — کھلتا نہیں بھید زندگی کا
حیرت آغاز و انتہا ہے — آئینے کے گھر میں اور کیا ہے[25]

اقبال کی شاعری میں درج ذیل ماحولیاتی موضوعات دیکھے جا سکتے ہیں۔

فطری جمالیاتی حسن اور منظر نگاری

اقبال قدرتی مناظر جیسے چاند، درخت، پہاڑ، چمن، ہوا، پانی وغیرہ کی خوبصورتی بیان کرتے ہیں۔ یہ منظر نگاری قاری کے حواس کو متحرک کرتی ہے اور پہلے مرحلے میں دل کو شاد اور اذھان کو معطر کرتی ہے۔

مظاہر فطرت بطور علامت اور استعارہ

جب قاری کو اقبال کی شاعری میں نہاں فطرت کے عناصر کا علامتی ادراک ہوتا ہے جیسا کہ چند علامات کا مقالہ میں ذکر کیا گیا تو یہ علامات اسے خودی، بیداری اور انسانی مقصدیت کی طرف مائل کرتی ہیں۔

ماحولیاتی شعور اور بیداری

اقبال ماحول اور فطرت کو "صفات الٰہی" کے طور پر دیکھتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ فطرت خدا کی خوبصورت تخلیقات کی جھلک ہے، خدا نے کائنات کو خوبصورت بنایا، اور اس کی خوبصورتی کے لئے چرند پرند، پہاڑ، درخت، پھول، پتے، دریا، آبشاریں اور موسم پیدا کیے، یہ انسان کا اخلاقی فرض ہے کہ وہ فطرت کا احترام کرے، اسے نقصان نہ پہنچائے۔ان کی شاعری میں زمین، پہاڑ، درخت، پرندے اور دیگر حیاتیاتی عناصر مؤثر انداز میں شامل ہیں، تاکہ انسان کو شعور، احساس ذمہ داری اور ماحولیاتی توازن سے آگاہی ہو۔اقبال نے قدرتی مظاہر اور ماحولیاتی حالات کو استعمال کیا تاکہ انسان کو اخلاقی اور روحانی بیداری کی دعوت دی جائے۔اقبال کے لیے فطرت نہ صرف جمال ہے بلکہ اخلاق اور مقصدیت کا آئینہ۔ وہ چاہتے ہیں کہ انسان فطرت سے حسن اور ترتیب سیکھے، تنوع اور تضاد میں ہم آہنگی کو سمجھے۔ فطرت سے جو بیداری ملتی ہے، وہ انسان کو خودی کی بلندی اور معاشرتی ذمہ داری کی طرف لے جاتی ہے۔

نتایج تحقیق

اقبال اپنی شاعری میں نا صرف فطرت کی بھرپور توصیف کرتے ہیں بلکہ مظاہر فطرت کو نشانیوں اور علامتوں کے طور پر استعمال کرتے ہیں تاکہ انسانی اور روحانی پیغام پہنچا سکیں۔ اگرچہ اقبال نے براہِ راست ماحولیات پر شاعری نہیں کی، مگر اقبال کا نقطہ نظر ماحولیات کی اخلاقیات کی طرف مائل ہے یعنی انسان کو چاہیے کہ وہ قدرت کو نقصان نہ پہنچائے، ماحول کو مشترکہ میراث سمجھے۔ قدرتی وسائل سب کے مشترک ہیں اور کسی فرد یا قوم کو ان کا نقصان پہنچانے کا اختیار نہیں ہونا چاہیے۔ "ضربِ کلیم" میں اقبال نے جدید تہذیب کی مادی سوچ اور فطرت سے دوری پر تنقید کی ہے، جو ماحولیاتی بحران کا سبب ہو سکتی ہے۔اقبال کی شاعری میں اس بات کی بارہا تاکید ملتی ہے کہ انسان کو فطرت کی خاموش آواز سے سیکھنا چاہیے، مادی دنیا سے بالاتر ہو کر قدرت کے نظم و ضبط، فطرت کے حسن اور اس میں پوشیدہ اسرار و رموز کو سمجھنا چاہیے تاکہ روحانی بلندی حاصل ہو سکے۔ اقبال کے اشعار میں فطرت سے محبت، کائناتی ہم آہنگی، انسانی بیداری، اور فکری تجدید کے وہ پہلو ملتے ہیں جو آج کے ماحولیاتی شعور سے مکمل طور پر ہم آہنگ ہیں۔ اقبال کا پیغام عصر حاضر میں بھی اتنا ہی اہم ہے، خاص طور پر ایک ایسے وقت میں جب دنیا ماحولیاتی آفات، موسمیاتی تبدیلیوں اور قدرتی وسائل کی کمی کا سامنا کر رہی ہے۔اقبال کے اشعار دعوتِ فکر ہیں صرف روحانی احیا کے لیے نہیں، بلکہ فطرت سے از سرِ نو رشتہ جوڑنے کے لیے بھی۔

مستقبل کی تحقیقات کے لئے تجاویز

اقبال کی روحانی و فکری بیداری اور ماحولیاتی وژن کی روشنی میں مستقبل کی تحقیقات کے لیے درج ذیل تجاویز پیش کی جاتی ہیں:

۱. بچوں کے ادب میں ماحولیاتی شعور کی بیداری فکر اقبال کی روشنی میں

۲. اقبال اور نو آبادیاتی ماحولیاتی تنقید

۳. اقبال کی منتخب نظموں کا ماحولیاتی جائزہ

۴. ماحولیاتی بحران اور فکر اقبال

حوالہ جات و حواشی

1. The Poet of Nature, Professor Muhammad Iqbal, https://www.allamaiqbal.com/publications/journals/review/jan78/13.htm,p:1

2. https://journals.asianindexing.com/article.php?id=1682060030498_1184, ماحولیاتی آلودگی اور اس کا سد باب: سیرت نبوی ﷺ کی روشنی میں ایک تحقیقی جائزہ، Karim Dad; Saeed-ul-Ḥaq Jadoon; Abzahir Khan, ،Volume 4 Issue 2 of Journal of Islamic and Religious Studies,2019, P:3

3. علامہ ڈاکٹر محمد اقبال، کلیات اقبال اردو، (لاہور: زاہد بشیر پرنٹرز، ۲۰۱۲)، بانگ درا، ص ۱۹

4. ایضاً: ۳۳

5. مولوی جلال الدین محمد بلخی، مثنوی معنوی، دفتر اول، بر اساس نسخہ رینولد نیکلسن (تہران: انتشارات آبان، ۱۳۸۴)، ص ۰۵

6. علامہ ڈاکٹر محمد اقبال، کلیات اقبال اردو، (لاہور: زاہد بشیر پرنٹرز، ۲۰۱۲)، بال جبریلؑ ص ۲۰۵

7. ایضاً، ضرب کلیم، ص ۲۵۰

8. ایضاً، بال جبریل، ص ۲۱۱

9. تحسین بی بی، تصورات اقبال (پشاور: یونیورسٹی آف صوابی/قرطبہ یونیورسٹی، ۲۰۲۴)، ص ۱۴۸

10. علامہ ڈاکٹر محمد اقبال، کلیات اقبال فارسی (لاہور: انتشارات شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۹۰) اسرار خودی ص ۴۴

11. ایضاً، پیام مشرق: ۲۵۵

12. عبدالسلام ندوی، اقبال کامل (اسلام آباد: نیشنل بک فاؤنڈیشن، ۱۹۸۹)، صص ۲۶۰-۲۶۳

13. علامہ ڈاکٹر محمد اقبال، کلیات اقبال فارسی (لاہور: انتشارات شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۹۰) رموز بیخودی، ص ۱۴۳

14. سید عبداللہ ، مسائل اقبال، (اشاعت دوم) (لاہور: مغربی پاکستان اردو اکیڈمی، ۱۹۸۷) ص ۲۰۲

15. رفیع الدین ہاشمی، اقبال بحیثیت شاعر (لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۷۷) صص ۳۲۸-۳۳۰

16 علامہ ڈاکٹر محمد اقبال، کلیات اقبال اردو (لاہور: زاہد بشیر پرنٹرز، ۲۰۱۲) ضرب کلیم، ص ۳۰۲

17 علامہ ڈاکٹر محمد اقبال، کلیات اقبال فارسی (لاہور: انتشارات شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۹۰) پس چہ باید کرد ای اقوام شرق ، صص ۸۴۸-۸۴۷

18. علامہ ڈاکٹر محمد اقبال، کلیات اقبال اردو (لاہور: زاہد بشیر پرنٹرز، ۲۰۱۲) بال جبریل، ص ۲۲۵

19. ایضاً: ۱۹۹

20. ایضاً، بانگ درا، ص ۱۳۶

21. رفیع الدین ہاشمی، اقبال بحیثیت شاعر (لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۷۷)، صص ۳۴۱-۳۴۲

22. علامہ ڈاکٹر محمد اقبال، کلیات اقبال اردو (لاہور: زاہد بشیر پرنٹرز، ۲۰۱۲) بانگ درا، ص ۹۴

23. ایضاً، بال جبریل، ص ۱۶۳

24. ایضاً، ص ۱۵۹

25. ایضاً، ص ۷۰

ماخذ

1. اقبال، علامہ ڈاکٹر محمد، کلیاتِ اقبال اردو، لاہور: زاہد بشیر پرنٹرز، ۲۰۱۲
2. اقبال، علامہ ڈاکٹر محمد، کلیات اقبال فارسی، لاہور: انتشارات شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۹۰
3. بی بی، تحسین، تصورات اقبال، پشاور: یونیورسٹی آف صوابی/قرطبہ، یونیورسٹی، ۲۰۲۴
4. عبداللہ، سید، مسائل اقبال، (اشاعت دوم) لاہور: مغربی پاکستان اردو اکیڈمی، ۱۹۸۷
5. مولوی، جلال الدین محمد بلخی، مثنوی معنوی براساس نسخہ رینولد نیکلسن، تہران: انتشارات آبان، ۱۳۸۴
6. ندوی، عبدالسلام، اقبال کامل، اسلام آباد: نیشنل بک فاؤنڈیشن، ۱۹۸۹
7. ہاشمی، رفیع الدین، اقبال بحیثیت شاعر، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۷۷
8. The Poet of Nature, Professor Muhammad Iqbal, https://www.allamaiqbal.com/publications/journals/review/jan78/13.htm
9. https://journals.asianindexing.com/article.php?id=1682060030498_1184, ماحولیاتی آلودگی اور اس کا سد باب: سیرت نبوی ﷺ کی روشنی میں ایک تحقیقی جائزہ، Karim Dad; Saeed-ul-Ḥaq Jadoon; Abzahir Khan، Volume 4 Issue 2 of Journal of Islamic and Religious Studies,2019